سفرِ جستجو

ایک مغربی طالبہ' پاکستان میں ایک ماہ

صوفیہ جیلیٹ / ترجمہ و تلخیص : مسلم سجاد

صوفیہ' یونیورسٹی آف ویلز (Wales) کے مرکز علوم اسلامی میں اس موضوع پر تحقیقی مطالعہ کررہی ہیں کہ برطانیہ میں مسلمانوں کی نئی نسل نے مغربی تہذیب کے ساتھ عملاً کیا رویہ اختیار کیا ہے۔ اس سلسلہ میں اسلام اور مسلمانوں کو سمجھنے کے لیے انھوں نے ایک ماہ پاکستان میں گزارا۔ واپس جاکر انھوں نے اپنے تاثرات لکھے ہیں جو سفرِ جستجو کی روداد محسوس ہوتے ہیں۔ اس کے کچھ حصے یہاں پیش کیے جارہے ہیں۔ (خ - م)۔

چند دن ہوئے' پاکستان میں ایک یادگار مہینہ گزار کر میں برطانیہ واپس پہنچی ہوں۔ چاہتی ہوں کہ ابھی' جب کہ یادیں تازہ ہیں' اپنے تاثرات و احساسات کو الفاظ کا قالب دینے کی کوشش کروں۔

جب تک یہ سفر شروع نہیں ہوا' مجھے اندازہ نہ تھا کہ میرے اندر اس کی کتنی خواہش تھی۔ اس کا احساس مجھے ہیتھرو ایئرپورٹ پر انتظار کے لمحات گزارتے ہوئے ہوا۔ عمرہ کا احرام باندھے ہوئے لوگوں کو دیکھنے کا یہ میرا پہلا موقع تھا۔ مجھے سب کچھ بہت اچھا لگ رہا تھا۔ مجھے اس بات پر بڑی خوشی تھی کہ میں یہ جانتی تھی کہ انھوں نے یہ لباس کیوں پہنا ہے' اور جس جگہ وہ جارہے ہیں' اس کی اہمیت کیا ہے۔

سفر کی دعا

جدہ سے اسلام آباد جانے کا انتظار کرنے والے' ان مسلمانوں جیسے تھے جو برطانیہ میں سڑکوں پر' اسکولوں میں اور پارکوں میں نظر آتے ہیں۔ اب یہ اپنے آبائی گھر ملنے ملانے جارہے

تھے۔ میرے لیے ایک مسلمان ایئرلائن پر سفر کا یہ تجربہ بہت قیمتی تھا۔ مجھے اس دعا سے بڑا سکون حاصل ہوا جو اللہ کے رسولؐ سفر کے آغاز پر کرتے تھے اور جو روانگی سے پہلے ہمیں سنائی گئی۔ جدہ ایئرپورٹ پر مختصر قیام میں' لوگوں کا سامان کسی نگرانی کے بغیر ادھر ادھر پڑا دیکھ کر مجھے اپنا معاشرہ یاد آگیا جہاں ہر وقت چوری کا ڈر رہتا ہے۔ میں نے تو یہاں بھی عادتاً" اپنا سامان برابر اپنے ہاتھوں میں پکڑے رکھا۔ اگرچہ جس خاتون نے میرا سامان چیک کیا' اس نے اپنا چہرہ کرختگی سے اس طرح آراستہ کر رکھا تھا کہ میں یہ آرزو ہی کرتی رہ گئی کہ کاش یہ مسکرا دے۔ لیکن مجھے یقین تھا کہ یہ یقیناً اسلام کی تعلیم کا نتیجہ نہیں ہے۔

کلچر شاک

پاکستان میں اپنا پہلا گھنٹہ مجھے خوب اچھی طرح یاد ہے۔ اسلام آباد ایئرپورٹ سے نکلتے ہی مسجد پر نظر پڑ گئی۔ برطانیہ سے آنے والے کے لیے یہ نظارہ غیر معمولی تھا۔ مجھے یہ سوچ کر بہت اچھا لگا کہ آئندہ ایک مہینہ یہ نظارے روز مرہ ہوں گے۔

ایئرپورٹ سے شہر کی طرف روانہ ہوئے تو وہ ماحول اور مناظر آنکھوں کے سامنے آتے چلے گئے جن کی پیش بینی میں نے اپنے تخیل میں ایک طویل عرصے سے کر رکھی تھی۔ غروبِ آفتاب کا منظر ایسا حسین تھا جیسا میں نے پہلے زندگی میں شاید نہ دیکھا تھا۔ نئے مناظر' نئی خوشبوئیں' نئی آوازیں' میرے احساسات پر چھا گئیں۔ مجھے کہا گیا تھا کہ پاکستان میں شروع کے دنوں میں تمہیں کلچر شاک (Culture Shock) لگے گا۔ مگر حیرت انگیز طور پر ایسا نہ ہوا۔ بلکہ میں نے اپنے کو آس پاس کی زندگی میں بالکل جذب پایا۔ جو کچھ بھی میں نے دیکھا اس میں کھو گئی۔ رہا کلچر شاک' تو میرے پاس اس کا وقت تھا نہ ارادہ' کہ اپنے کو الگ الگ رکھتی اور یہ شاک محسوس کرتی۔

چند دنوں میں ہی مجھے احساس ہو گیا کہ برطانیہ کے مقابلے میں یہاں' میں چوبیس گھنٹہ فیلڈ ورک کر رہی ہوں۔ میں ہر وقت مسلمانوں کے ساتھ تھی۔ مجھے ہر لحہ یہ خیال رکھنا تھا کہ میں کیا کر رہی ہوں' یا کیا کہہ رہی ہوں۔ بڑی فکر تھی کہ میری کوئی بات کسی کو بری نہ لگ جائے' خصوصاً اس لیے کہ میں زیادہ تر گھر والوں کے ساتھ رہی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ میں ہمیشہ' پہلے سے' بعد کے لیے سوچوں۔ یہ نہایت تھکا دینے والا عمل ہے۔ لیکن جلد ہی مجھے اندازہ ہو گیا کہ اس کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ میری اپنی اقدار اور خیالات اپنے میزبانوں سے اتنے ہم آہنگ تھے کہ جلد ہی میرا یہ احساس ختم ہو گیا' کہ میں ان سے مختلف ہوں۔

پہلے ہفتے سب سے بڑی مہم آزاد کشمیر میں میرپور کی تھی۔ بریڈ فورڈ میں بیشتر مسلمان اسی علاقے کے ہیں۔ مجھے بڑی خوشی تھی کہ میرے پروگرام میں یہاں آنا بھی شامل ہے۔ لیکن یہاں جانے کے لیے تین گھنٹہ کے سفر نے پاکستان میں زندگی کے عارضی ہونے کی حقیقت خوب سکھا دی۔ لاہور جانے والی جی ٹی روڈ پر' جس پر ہم دو گھنٹہ چلے' بالکل افراتفری کا عالم تھا۔ اتنی خطرناک اوور ٹیکنگ ہو رہی تھی کہ مضبوط سے مضبوط اعصاب کے مالکوں کو بھی اللہ یاد آرہا تھا۔ بہرحال بیڈفورڈ ٹرکوں سے بچتے بچاتے اور کبھی بالکل چھوتے' ہم بالآخر میرپور پہنچ گئے۔

اسی شام میرے میزبان کی ایک بیٹی نے میرے ہاتھوں پر مہندی لگائی۔ جس تیزی سے اس نے میری ہتھیلیوں پر نقش و نگار بنائے اس نے مجھے حیران کردیا۔ مجھے اندازہ ہو چکا تھا کہ پاکستانیوں کو رنگ و روغن بہت پسند ہے' خواہ ہاتھوں پر ہو ' یا بسوں پر یا فواروں پر۔

میرپور میں' میں جہاں بھی گئی' بالکل گھر کا ماحول ملا۔ قریب کے ایک گاؤں میں اسکول دیکھا' مسجد دیکھی اور کئی گھروں میں بھی گئی۔ سب کچھ ویسا ہی تھا جیسا میں نے سوچا تھا۔ ان سب سے مل کر میں اپنے آپ کو بہت خوش قسمت محسوس کر رہی تھی۔ اب میں اس کلچر شاک کا اندازہ کر سکی جو ۱۹۶۰ کے عشرے میں میرپور سے سب سے پہلے برطانیہ جانے والوں نے وہاں جاکر محسوس کیا ہوگا۔ وہ صرف ایک ملک سے دوسرے ملک نہیں گئے' بلکہ دیہی سے بالکل مختلف پس منظر کے شہری ماحول میں منتقل ہوئے تھے۔ باسمتی چاول کی فصلوں کے درمیان چلنا بھی خوشگوار حیرت لیے ہوئے تھا۔ اب تک تو میں یہی سمجھتی تھی کہ شاید چاول سپر مارکیٹ کی شیلفوں میں اُگتے ہیں!

راستے کی نماز

اسلام آباد سے واپسی پر درمیان میں نماز کا وقت آگیا۔ ڈرائیور نے گاڑی ایک طرف کرکے روک لی۔ ہمارے ساتھیوں نے نماز پڑھی۔ چٹائی نہ ہونے کی وجہ سے ان میں ایک نے بنچ پر کھڑے ہو کر نماز ادا کی۔ میرے لیے یہ سب کچھ حیرت کا باعث تھا۔ اب تو میرے لیے یہ معمول کی بات ہوگئی تھی کہ میرے آس پاس کے لوگ دن کے معمولات میں نماز کے لحاظ سے وقفے دیں۔ نماز جس طرح کسی غیر معمولی اہتمام کے بغیر ادا کرلی جاتی تھی اس سے میں بہت متاثر ہوئی۔ لیکن ڈرائیور کی یہ منطق میری فہم سے بالا تھی کہ وہ گاڑی خوفناک رفتار سے چلاتا' مگر نماز کے لیے روک لیتا تھا۔

پانچویں دن تک میں شلوار قمیص پہننے لگی تھی۔ اس سے مجھے اتنا آرام محسوس ہوا کہ میں

نے سوچا کہ کیوں نہ میں نے پہلے ہی دن سے یہ لباس پہن لیا۔

منصورہ کی طالبات

آئندہ چند روز لاہور کے لیے تھے۔ لاہور تاریخی اور تہذیبی روایات کا امین شہر ہے۔ یہاں کچھ شناسا چہروں سے ملنے کی بھی امید تھی۔ یہاں ایک غیر معمولی یادگار دن میں نے جماعت اسلامی کے ہیڈ کوارٹر منصورہ میں گزارا۔ قاضی حسین احمد کی بیٹی خولہ میری گائیڈ تھیں۔ انھوں نے مجھے منصورہ میں قرآن کی تعلیم حاصل کرنے والی نوجوان طالبات سے ملوایا۔ میں نے اپنے سفر کے خوشگوار ترین لمحات یہاں گزارے۔ ہم نے آپس میں بات کی۔ خولہ ترجمانی کرتی جاتی تھیں۔ طالبات نے حمد اور قرآن کے بعض حصے سنائے۔ مجھے خوبصورت چوڑیاں اور خوش ذائقہ پھل اتنی محبت سے تحفہ میں دیے کہ بس کیا بیان کروں۔ اس وقت میں جس ماحول میں تھی' زندگی میں اس سے پہلے اس کا کبھی تجربہ نہ ہوا تھا۔ اسے الفاظ میں بیان کرنا میرے لیے ممکن نہیں ہے۔ یہ لمحات مجھے ہمیشہ یاد رہیں گے۔ ان کے چہروں پر معصومیت کی ایسی دمک تھی جیسی ان کی ہم عمر لڑکیوں میں مغرب میں شاذ ہی ہوتی ہے۔

اس وقت مجھے یہ تاثرات لکھتے ہوئے بڑا لطف آرہا ہے۔ میں اپنی زندگی کے خوشگوار ترین لمحات سے جیسے دوبارہ گزر رہی ہوں۔ اس وقت ویلز میں ہوتے ہوئے بھی' مجھے ویلز کی اپنی یہ زندگی اتنی کوسوں دُور نظر آرہی ہے جتنی اس وقت تھی' جب میں پاکستان میں تھی۔

بادشاہی مسجد میں

لاہور میں ایک دن روایتی سیروسیاحت میں گزرا۔ میں بادشاہی مسجد میں آدھ گھنٹہ اپنے طور پر رہی۔ اس دوران عجیب کیفیات رہیں۔ یہ میری کتنی خوش قسمتی تھی کہ تہذیب و ثقافت کی اس شاندار علامت کو دیکھنے کا موقع ملا۔ نماز کے ماحول کو جذب کرنے سے گہرا داخلی سکون --- خود آگہی کا احساس --- اپنی اس جگہ یہاں موجودگی --- میرا ماضی ' حال اور مستقبل --- بیان کرنا مشکل ہے۔ جب میں مسجد میں تھی تو میں نے اپنے طریقے سے عبادت کی۔ شاید میرے لیے یہ نہ کرنا ممکن نہ تھا۔ میں ایک ایسے مقام پر تھی جہاں میں اپنا یہ سفر' اپنی زندگی' اپنا مستقبل سب کچھ اللہ کے سپرد کرنا چاہتی تھی۔ یہ کرنے سے جیسے میں تازہ دَم ہوگئی۔ جب میں مسجد سے باہر آرہی تھی تو مجھے ایک ایسی حقیقت کا احساس ہوا جس سے میں نظری طور پر تو واقف تھی لیکن عملاً کچھ تجربہ نہ ہوا تھا۔ مسجد کی تعمیر کے انداز اور ہم آہنگی نے میری توجہ اللہ کی طرف کردی تھی۔ میری نظروں کے درمیان کوئی سجدہ گاہ حائل نہ تھی۔ قبلہ رُو' محراب میری نگاہوں

کا مرکز تھی۔ میرا شعور' عمارت سے ماورا اللہ کی طرف متوجہ تھا۔

دیہی ماحول کا حُسن

مجھے لاہور میں قریب کچھ دیہاتوں میں جانے کا موقع ملا۔ جو کچھ میں نے دیکھا --- مکانات کی بناوٹ اور آرائش' فرنیچر (یا اس کا نہ ہونا!)' ظروف' مغربیت کے اثرات' کاشتکاری کے طریقے' خاندانی نظام --- میرے لیے اتنا دلچسپ تھا کہ میں ان میں گم ہوگئی۔ ان سے دیہی زندگی میں رسوم و روایات اور اقدار کے کردار کے بارہ میں رائے قائم کرنے میں مجھے بہت مدد ملی۔

اس دن کے اختتام پر چند لمحات میں نے شدید کیفیات میں گزارے۔ میں ایک گھر کی چھت پر کھڑی تھی۔ آفتاب عالم تاب کی آخری ساعتیں تھیں۔ شام کے وقت کے آسمان کے پس منظر میں ایک مسجد ایستادہ تھی۔ میرے اندر اس حسن کے خالق کے آگے اپنی زندگی پیش کرنے کا جذبہ پھر اُبھرا۔ میری یاد میں قرآن کی وہ آیات آئیں جن میں اس طرح کے خوبصورت قدرتی مناظر کے بارہ میں بتایا گیا ہے کہ یہ دراصل ان کے خالق' اللہ کی نشانی ہیں۔ میں چھت پر کھڑی وہ آوازیں سن رہی تھی جن سے معلوم ہوتا تھا کہ دن ختم ہونے والا ہے۔ بچے' لڑکے گرد آلود سڑکوں پر کھیل رہے تھے۔ ایک چھوٹا بچہ بکریوں کو واپس لا رہا تھا۔ بوڑھے لوگوں کے سروں پر جمع کی ہوئی فصل کے گٹھڑے رکھے تھے۔ بعد میں جب میں نیچے بیٹھی تھی تو سوچ رہی تھی کہ اس گھر میں اپنی موجودگی پر جتنا بھی نازاں ہوں کم ہے۔ ایک بالکل ہی مختلف ثقافت کی حامل' لیکن اس وقت پنجاب کے ایک دور افتادہ گاؤں میں موجود --- یہاں مجھ پر یہ حقیقت عیاں ہوئی کہ جب میں برطانیہ واپس جاؤں گی تو اپنے وجود کا ایک حصہ یہیں چھوڑ جاؤں گی۔

تبلیغی جماعت کی کانفرنس

میں نے پاکستان کے اس سفر' بلکہ اپنی زندگی' کے سب سے زیادہ یادگار دن اس ہفتہ کے اختتام پر گزارے۔ انتظامات یہ کیے گئے تھے کہ میں ایک دن رائے ونڈ کے قریب ایک گاؤں میں گزاروں۔ مگر میرے گائیڈ طیب گلزار خاں نے اس سے پہلے مجھے رائے ونڈ میں تبلیغی جماعت کی کانفرنس دکھانے کا فیصلہ کیا۔ میں نے اتنی زیادہ ٹریفک زندگی میں کبھی نہ دیکھی تھی۔ ٹریفک پولیس بھی قابو نہیں کر پا رہی تھی۔ ہمارا ایک ساتھی اس دوران گاڑی سے اتر گیا۔ میں سوچتی رہ گئی کہ اب یہ ہم سے کیسے ملے گا۔ ہم آگے بڑھتے گئے اور بالآخر ایک جگہ کار پارک کرلی۔

کانفرنس میں خواتین کو جانے کی اجازت نہیں ہے۔ اس لیے طیب کی تجویز پر میں نے شال

اوڑھ لی۔ ایسا لگا جیسے میں پارسل ہوگئی ہوں۔ چند ہی لمحوں بعد' ہمارے اس اقدام کی دانش مندی سامنے آگئی۔ نزدیکی گاؤں کی پھل بیچنے والی عورتوں کے علاوہ' میں دس لاکھ میں ایک کی اقلیت میں تھی۔ میرے لیے ماحول خوشگوار نہ تھا' تاہم میں شال میں مستور تھی ــــــ کانفرنس کی آخری دُعا شروع ہوئی۔ ہر دُعا کے اختتام پر آمین کی آواز گونج جاتی تھی۔ جلد ہی رقت طاری ہوگئی۔ میرے نہ سمجھنے سے مجھے کوئی فرق نہ پڑا' دوسروں کی کیفیت کا نظارہ ہی بہت تھا۔ بالکل ناقابلِ فراموش!

فضاؤں میں آخری آمین کی گونج ابھی باقی تھی کہ کانفرنس ختم ہوگئی۔ ہر طرف سے لوگ گاڑیوں کی طرف دوڑ پڑے۔ ہم ایک طرف کھڑے ہوگئے۔ اسی دوران معجزہ رونما ہوا اور ہمارا جو ساتھی الگ ہوگیا تھا یک دم سامنے آیا اور سیدھا طیب کے گلے لگ گیا' جیسے بڑی مدت کے بعد آپس میں ملے ہوں۔ میں نے تعجب کا اظہار کیا' تو طیب نے بتایا کہ انھوں نے خصوصاً میری خاطر اس کے لیے دعا کی تھی۔ کیونکہ اگر ہم باقی سارا دن اس کے ساتھ آملنے کے انتظار میں گزارتے تو سب سے زیادہ تکلیف مجھے اٹھانا پڑتی' اور میں اس گاؤں تک نہ پہنچ سکتی جس کے لیے ہم دراصل روانہ ہوئے تھے۔

ہم اپنی منزل کی طرف روانہ ہوئے۔ قریب پہنچنے پر گاڑی سڑک سے اتر کر ایک طرف چلی۔ میں نے اپنے مستقر پر پہنچ کر اپنے کو جیسے ایک دم ہلکا محسوس کیا۔ چارپائی پر بیٹھ کر ایک گھنٹہ تک گاؤں کی عورتوں سے باتیں کرتی رہی' اور ساتھ ساتھ اس نسوانی ماحول میں ممنونیت کے احساسات کے ساتھ جذب ہوتی رہی۔ گاؤں کے ان گھرانوں میں' اور شہر میں بھی' جہاں میں گئی' یہی مہربانی اور گرم جوشی ملی۔ میرے ساتھ جس خوش دلی' فیاضی اور گرم جوشی کا برتاؤ کیا گیا' میں اس کی عادی نہ تھی۔

ساحلِ کراچی پر اونٹ کی سواری

اگلے دن کراچی کے لیے روانہ ہوئی۔ پہنچی تو بارش ہورہی تھی۔ مغربی ویلز میں چھ سال رہنے کے بعد' یہاں کی نمی اور ہوائیں مانوس محسوس ہوئیں۔ کراچی میں قیام کے دوران کئی نئے تجربات ہوئے۔ زندگی کی ایک پرانی آرزو پورا کرنے کا موقع بھی ملا۔ ساحلِ سمندر کلفٹن پر میں نے اونٹ کی سواری کی۔ یہ حسنِ اتفاق تھا کہ جب میں چند منٹ کے لیے ایک عرب سیاح کی مانند اونٹ پر سوار آگے بڑھی تو سورج غروب ہونے کے قریب تھا۔ میرے خوابوں میں بس شام کے آسمان کا حُسن اور اس کے خالق کا خیال ہی تھا۔

"تسلیم" کا سبق

کراچی میں حالات کو قبول کرنے اور تسلیم کرنے کے بارہ میں اہم سبق سیکھنا پڑا۔ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے' میں کہاں جا رہی ہوں' کس کے ساتھ جا رہی ہوں' یہ میرا دردِ سر نہ رہا۔ مجھے یہ سیکھنا پڑا کہ دوسرے لوگ اور حالات میری زندگی کو کنٹرول کریں اور میں اسے تسلیم کروں' خواہ سب کچھ اچھا نہ ہو رہا ہو۔ یونیورسٹی میں آزاد اور منظم زندگی گزارنے کے بعد یہ مجھے مشکل لگتا تھا۔ لیکن اگر اسلام اللہ کے آگے سرِ تسلیم خم کرنے کا' اور اپنی باگ ڈور دوسرے کے ہاتھ میں تھمانے کا نام ہے' تو پھر اس کے کچھ معنی و مفہوم مجھے ان دنوں میں معلوم ہوئے۔

ولیمہ میں شرکت

کراچی میں ایک شام مجھے ایک شادی لان پر ولیمہ میں شرکت کا موقع ملا۔ میں یہ بالکل بھول گئی کہ میں کسی مخلوط محفل میں نہیں جا رہی ہوں۔ جیسے ہی اس کا احساس ہوا' کلچر کے شاک نے میری حیرت کو کچھ کم کیا۔ مجھے بتایا گیا کہ یہ علیحدہ تقریبات ماؤں کے لیے اپنے بیٹوں کی دلہنیں منتخب کرنے کا بڑا اچھا موقع ہوتی ہیں۔ کسی نے میرے ساتھ آنے والی خاتون سے میرے شادی شدہ ہونے کے بارہ میں بھی دریافت کیا۔ لیکن اس سے پہلے کہ کوئی میرے لیے شوہر تلاش کرتا' میں لاہور آگئی۔ حسن مراد اور ان کے اہلِ خانہ کو ایئرپورٹ پر انتظار کرتے دیکھ کر نہایت مسرت ہوئی۔

لاہور میں قیام

لاہور میں اپنے دوسرے قیام کے دوران میں خرم مراد کے گھر پر رہی۔ یہ میری خوش قسمتی تھی۔ میں ان سے کئی بار مل چکی تھی' لیکن یہ موقع نہ ملا تھا کہ اسلام کے بارہ میں ان سے کچھ سوالات بالکل ذاتی سطح پر کروں۔ مجھے یقین سا تھا کہ مجھے اپنے سوالات کے تسلی بخش جواب کوئی دے سکتا ہے تو وہی دے سکتے ہیں۔ شکر ہے کہ میرا خیال بالکل ٹھیک نکلا۔ ان کی گفتگو میں محکم یقین کے ساتھ نرمی کے امتزاج نے اسلام' نبوت اور وحی کے بارہ میں میرے وہ ذہنی پردے ہٹا دیے جو مغربی عقلیت نے کھڑے کر دیے تھے۔ اس میں ان کے دلائل کا جتنا حصہ تھا' اتنا ہی ان کے گفتگو کے انداز کا بھی تھا۔ ان کے بعض جملے اب تک میرے ذہن میں گردش کر رہے ہیں۔

لاہور میں میرے ساتھ جو لوگ اتنا حُسنِ سلوک کر رہے تھے' ڈیوٹی کے طور پر نہیں بلکہ

اپنے شوق اور جذبہ سے کر رہے تھے۔ مجھے کبھی یہ احساس نہیں ہوا کہ میری وجہ سے کسی کو کوئی تکلیف ہو رہی ہے، حالانکہ میری لاہور دوبارہ واپسی نے ضرور ان کے طے شدہ پروگرام متاثر کیے ہوں گے۔ ایک طرف میں یہ ظاہر کرتی تھی کہ میں نہیں چاہتی کہ میرے لیے کوئی تکلیف اٹھائی جائے، اور دوسری طرف میں اپنی شخصیت کے اس حصے سے بھی جڑنا چاہتی تھی جو میں رائے ونڈ کے قریب طیب گلزار کے گاؤں میں چھوڑ آئی تھی۔ چنانچہ ان کے اور ان کی اہلیہ کے شاندار تعاون سے میں نے آخری دو دن نہایت مزے میں گاؤں میں گزارے، اور خوب لطف اٹھایا۔

تلاوت قرآن کا ماحول

ان کی اہلیہ کے ساتھ میں گاؤں کے ہر گھر میں جا سکتی تھی۔ صبح کے وقت میں مختلف گھروں میں گئی تو میری روح اور جسم، میرے پورے وجود نے طمانیت محسوس کی۔ واپس آکر میں ایک چارپائی پر سو گئی۔ ایک گھنٹہ بعد، میں اپنی زندگی کی سب سے زیادہ تھکن اتارنے والی پُرسکون نیند سے بیدار ہوئی۔ کھانے کے وقت، میں نے چپاتی پکانے کی کوشش کی، مگر ناکام رہی۔ شکست تسلیم کر کے اسے "ماہرین" کے حوالے کیا۔ جس وقت میں یہ کوشش کر رہی تھی ایک لڑکی پاس بیٹھی قرآن کی تلاوت کر رہی تھی۔ لکڑی جلنے کی، کھانا پکانے کے برتنوں کی اور اس کی تلاوت کی آوازوں نے ایک عجب سماں بنا دیا تھا۔ میرا خیال ہے کہ انسان ایسے ہی ماحول میں زندگی گزارنے کے لیے پیدا کیے جاتے ہیں تاکہ وہ خدا سے اور اس پر اپنے انحصار سے آگاہ رہیں۔ کھانا تیار ہوتے دیکھ کر مجھے خیال آیا کہ میں گھر پر جو کھانا کھاتی ہوں وہ پیکٹوں اور ڈبوں میں ہوتا ہے۔ مگر یہاں پیکٹ اور ڈبے کا دُور دُور پتا نہ تھا۔ ہر چیز کا ذائقہ بہتر لگ رہا تھا۔ زمین میں جو کچھ پیدا ہوتا ہے اور جو میری پلیٹ میں تھا، اس کا آپس میں راست تعلق تھا۔ یہ اَن گنت انجانے انسانی ہاتھوں سے گزر کر نہیں آیا تھا۔

شراب سے نفرت

گاؤں میں شام کو ایک غیر معمولی واقعہ پیش آیا۔ یہ میں صرف اس لیے بیان کر رہی ہوں کہ بعد میں اس نے میرے لیے بہت اہمیت اختیار کر لی۔ مجھے گاؤں میں ایک ایسے شخص سے ملنے لے جایا گیا جس کے بارہ میں لوگوں کا خیال تھا کہ اس سے ملنا میری دلچسپی کا باعث ہوگا۔ ہم نے تقریباً ایک گھنٹہ بات چیت کی۔ دوران گفتگو اس نے مجھے بیئر پیش کی۔ مجھے شدید صدمہ ہوا لیکن کچھ سوچے بغیر میں نے گلاس لے لیا، جس طرح کہ میں معمولاً برطانیہ میں لے لیتی۔ بیئر کا

ذائقہ وہی تھا جو کہیں بھی ہوتا' لیکن بس مختلف لگ رہا تھا۔ میں سمجھ نہ سکی کہ ایک یا دو گلاس بیئر پی لینا معمول کی طرح خوشگوار کیوں نہیں محسوس ہو رہا تھا۔ جب دیر بعد شام کو گھر واپس آئی تب مجھے احساس ہوا کہ اس کی وجہ کیا تھی۔ میں نے جو کچھ کیا وہ پاکستان میں میرے آنے کے پورے عمل کی نفی تھی۔ جس وقت میں بیئر پی رہی تھی' میں عارضی طور پر یورپ کے ماحول میں واپس چلی گئی تھی۔ مجھے بالکل ایسا ہی محسوس ہوا۔ میں جانتی تھی کہ میرا یہ فعل ان لوگوں کو پریشان کردے گا جو میرے لیے اتنا کچھ کر رہے ہیں۔ جس گھر میں میرا قیام تھا وہاں واپس آتے ہوئے مجھے بے حد شرم آرہی تھی۔ انھوں نے میرا اتنا گرم جوشی سے استقبال کیا' دل و جان سے خاطرمدارات کی' ایک معزز مہمان کی طرح رکھا' اور ایک میں ہوں کہ صرف بارہ گھنٹہ بعد اس طرح واپس آؤں کہ میرے منہ سے شراب کی بو آرہی ہو اور میرے کپڑے "میزبان" کی سگریٹوں کے دھوئیں میں بسے ہوئے ہوں۔ ندامت اور شرمندگی سے میری جو حالت تھی' میں بیان نہیں کر سکتی۔ اس واقعہ نے میرے دل میں شراب سے نفرت پیدا کردی اور شراب کے بارہ میں میرا رویّہ ہی بدل گیا۔

(کل میرے شعبہ کے رفقا نے میرے دورہ کی کامیابی کی خوشی میں کھانے کا اہتمام کیا تو شراب کا آرڈر بھی دیا۔ مگر میں یہ نہ پی سکی۔ میرے سپروائزر نے اور میں نے صرف چائے پر اکتفا کی۔ دیکھیں آئندہ اس معاملہ میں میرا ذوق اتنا ہی فطری رہتا ہے یا نہیں' جتنا اب ہے)۔

صبح کا منظر

اگلے دن صبح طیب کی اہلیہ نے مجھے جگایا اور اپنی ٹوٹی پھوٹی انگریزی میں کہا کہ میں ذرا چھت پر جاؤں۔ میں سمجھ گئی کہ وہ مجھے طلوعِ آفتاب کا منظر دکھانا چاہتی ہیں۔ اگر میں اپنے آپ کو دوبارہ لپیٹ لیتی اور کروٹ لے کر سو جاتی تو میں کس چیز سے محروم رہ جاتی! میں اٹھی' کمبل لپیٹا اور چھت کے اوپر چلی گئی۔ کیا شاندار منظر تھا۔ میرے چاروں طرف ناقابل بیان قدرتی حسن پھیلا ہوا تھا۔ صبح کی دھند کے پس منظر میں چھوٹے چھوٹے مکانات سے اٹھنے والے دھوئیں کے مرغولے عجب منظر پیش کر رہے تھے۔ میری نظروں کے سامنے گاؤں جاگ اٹھا۔

گاؤں میں اتنا اچھا وقت گزار کر جب میں لاہور کے لیے روانہ ہوئی تو مجھ پر اُداسی طاری تھی۔ بیچاری طیب کی بیوی کو میرے آنسوؤں کی بارش سہنا پڑی۔ اس سے گلے لگ کر میں خوب کھل کر روئی۔ مغرب میں تو ہم اپنی کیفیات اپنے اندر ہی گھونٹ لیتے ہیں' ایک زمانے کے بعد میں نے جذبات کو کھلا راستہ دیا۔

اپنی برطانیہ واپسی کی حقیقت کا میں نے ملے جلے جذبات سے سامنا کیا۔ پاکستان میں ایسے لوگوں کے درمیان رہی کہ خوب ہی آرام اٹھایا۔ یہاں مجھے احساس ہوا کہ زندگی کی ترجیحات میں' مغرب میں اور یہاں' بڑا فرق ہے۔ خاندان اور انسانی تعلقات کی یہاں بہت زیادہ قدروقیمت ہے۔ ایسے ملک میں وقت گزارنا بہت ہی پُرلطف تھا۔ کچھ ہی دنوں بعد مجھے کھینچ کر' دھکیل کر' روتے چیختے' اپنے ملک کی طرف لے جایا جائے گا جو اب مجھے اپنا ملک نہیں لگتا۔

دوسرا رُخ

روانگی سے ایک دن پہلے مجھے ایک بالکل مختلف صورت حال سے واسطہ پیش آیا۔ شالیمار گارڈن اور مقبرہ جہانگیر دکھانے کے لیے میرے ساتھ ایک ایسے صاحب کو کیا گیا جنھیں "معاشرہ کا باغی اور بے دین" بتایا گیا تھا۔ یہ بالکل درست ثابت ہوا۔ مجھے اپنے تحفظ کی تو فکر نہیں کرنا پڑی' لیکن ایسے فرد کے ساتھ دن گزارنا خاصا دلچسپ رہا۔ مجھے پاکستان میں زندگی کا دوسرا رخ' اور لوگوں کا پرائیویٹ زندگی میں غیراخلاقی حرکات کا رجحان دیکھنے کا موقع ملا۔ ۴' ۵ گھنٹہ بعد ہی میرے سَر میں دَرد شروع ہوگیا۔ گزشتہ ہفتوں میں میرے گِرد سادگی اور معصومیت کی جو چار دیواری غیرشعوری طور پر قائم ہوگئی تھی' ہر بُرا لفظ اور جملہ اس میں شگاف ڈال رہا تھا۔ مجھے خیال آیا کہ چند دن بعد اس محفوظ خول کو چھوڑ کر اس "حقیقی دنیا" میں چلے جانا ہے جہاں مجھے خود اپنی فکر کرنا ہوگی اور جہاں اس طرح کی گندگیوں سے اپنے کو بچانا زیادہ مشکل ہوگا۔

الوداع

لاہور میں مجھے کئی لوگوں کو الوداع کہنا تھا' اس لیے لاہور چھوڑنا آسان نہ تھا۔ میرے ایک پسندیدہ مصنف نے ایک جگہ لکھا ہے "جدائیوں پر افسردہ نہ ہو' دوبارہ ملنے کے لیے جدا ہونا ضروری ہے۔ دوستوں کا جلد یا بدیر دوبارہ ملنا یقینی ہے"" اس خیال کے آتے ہی میں نے اپنے جذبات کو قابو کیا۔ لیکن اس حقیقت میں کوئی شبہ نہیں کہ اسلام آباد جاتے ہوئے لاہور میں' میں اپنی شخصیت کا پہلے سے بڑا حصہ چھوڑ کر جارہی تھی۔

بازگشت

واپس آکر اپنے اہل خاندان اور دوستوں سے ملنا اور انھیں گزشتہ ماہ کی رُوداد سنانا بہت اچھا لگ رہا ہے۔ لیکن سچ یہ ہے کہ پاکستان اور وہاں کے اپنے احباب بہت یاد آرہے ہیں۔ کیا طرفہ تماشہ ہے کہ مجھے برطانیہ واپس آکر کلچر شاک محسوس ہورہا ہے۔ میں اذان سننے کی عادی ہوگئی تھی

اور یہاں اس سے محروم ہوں۔ پورا دن خاموشی کے تسلسل میں گزر جاتا ہے۔ میرے پورے سفر میں اذان ایک عملِ مسلسل تھی جس نے تمام واقعات کو ایک مربوط سلسلہ میں جوڑ دیا تھا۔

یہاں میں کل اسٹوڈنٹس یونین کے دفتر کی طرف گئی تو دیواروں پر ہر طرف safer sex week کے پوسٹر لگے تھے۔ اس دورہ سے پہلے میں اس پر کوئی توجہ نہ کرتی' لیکن اب مجھے اس سے وحشت ہوتی ہے۔ یہ مجھے اپنی روح پر حملہ محسوس ہوتا ہے۔ ان باتوں سے میرے اندر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ میرا تعلق دراصل کس سے ہے' اور کیا میں اس طرح کے تابڑ توڑ حملوں سے اپنے آپ کو مٹانے کے لیے تیار ہوں۔ میں نے ایک انتہائی مثال دی ہے' لیکن مغرب کی اچھی باتوں سے قطع نظر' مفاد پرستی کے لیے ہماری دوڑ نے ہم سے بہت کچھ چھین لیا ہے۔ انسانی وقار' نفاست' خاندان کا احترام اور باہمی الفت' سب قربان کر دیے گئے ہیں۔

مغرب اور مسلمان

اب کچھ باتیں میرے مقالے کے موضوع کے حوالے سے۔ تفصیلی بحث تو مقالے میں ہی ہوگی لیکن کچھ سرسری تذکرہ یہاں بھی ہو سکتا ہے۔ سب سے پہلے تو یہ کہ مسلمانوں کی جس بات نے مجھے متاثر کیا وہ یہ تھی کہ وہ ایک دوسرے کے طور طریقوں اور طرزِ زندگی کے بارہ میں کتنی ہی تنقید کریں اور اپنے بھائیوں اور بہنوں کے بعض رویوں پر کتنا ہی شرمندہ کیوں نہ ہوں' اس سے ان کے اسلام پر فخر میں کمی نہیں آتی۔ مجھے کسی اور مذہب کے ایسے ماننے والے نہیں ملے جو اپنی ایمانیات کے بارہ میں فخر کا ایسا جذبہ رکھتے ہوں۔ اس سے مجھے یہ احساس ہوا کہ مسلمانوں کے لیے بحیثیت اقلیت خصوصاً مغربی ممالک میں رہنا کتنا مشکل ہوتا ہوگا' جہاں اسلام سے اتنی نفرت کی جاتی ہے۔

ایک مسلمان ملک میں چند دن گزار کر اب میں یہ سمجھ سکتی ہوں کہ مغربی اقدار اور اسلام میں کہاں کہاں ٹکراؤ ہے۔ میں مسلمانوں کی اس نئی نسل کا نقطۂ نظر بہتر طور پر سمجھ سکتی ہوں جو یہاں کے حالات میں اپنے دینی تشخص کے اظہار کے لیے کوششیں کر رہی ہے۔

میرے خیال میں برطانیہ میں مسلم آبادی کے مستقبل کے لیے ضروری ہے کہ موجودہ نئی نسل' اپنے علاقائی رسوم و رواج اور ثقافت اور اسلام کے درمیان ٹھیک ٹھیک فرق کرے۔ اسلام کے بنیادی امور کا صحیح فہم حاصل کرے اور اس پر کوئی سودا نہ کرے۔ لیکن آباؤ اجداد کی نقل مکانی کی وجہ سے ان کے تہذیبی ماضی سے ان کا رشتہ ٹوٹ چکا ہے۔ وہ اب پاکستانی مسلمان

نہیں بن سکتے' برطانوی مسلمان بن سکتے ہیں۔ اگر وہ اپنی شناخت کی اس حقیقت کو پالیں' اور اس کے خلاف جو مزاحمت ہے اس کا مقابلہ کرلیں تو یقیناً وہ مغربی معاشرہ میں اپنی جگہ بنالیں گے۔ نئی نسل کے بزرگوں کو نوجوانوں کی روایتی یا تہذیبی شناخت کھونے پر پریشان نہ ہونا چاہیے۔ بلکہ ان کی مذہبی شناخت کو زندہ اور محفوظ رکھنے کا اہتمام کرنا چاہیے۔ ان کو مغربی پس منظر میں اسلام کی بحیثیت دین تعلیم و تفہیم میں تعاون ملنا چاہیے۔

پاکستان پہنچنے کے بعد جلد ہی مجھے یہ احساس ہوگیا تھا کہ برطانیہ میں مسلم آبادیاں کیوں ایسی نظر آتی ہیں۔ بریڈ فورڈ میں بعض جگہ یہ لگتا ہے کہ پاکستان سے کوئی حصہ لاکر یہاں رکھ دیا گیا ہے۔ غالباً ایک دوسری دنیا میں رہتے ہوئے' حلال حرام کا جو فرق شعوری طور پر نمایاں اور واضح ہو جاتا ہے' اسے کم کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ آس پاس کی اکثریت سے مختلف ہونے کے احساس کے ذریعے وہ اپنی مذہبی شناخت کا اظہار کرتے ہیں' خصوصاً اس لیے کہ معاشرہ میں اسے قبول بھی نہیں کیا جاتا ہے۔

برطانیہ میں بسنے والے پاکستانی مسلمان' پاکستان میں رہنے والے مسلمانوں کا چھوٹے پیمانے پر نمونہ ہیں۔ جہاں بھی وہ ہیں' چاہتے ہیں کہ انھیں مسلمان ہی سمجھا جائے۔ اس شناخت کو برقرار رکھنے کے لیے وہ اسلام سے کچھ نہ کچھ تعلق رکھتے ہیں۔ مگر حقیقی باعمل مسلمان ہر جگہ اقلیت میں ہیں۔

اسلام اور میں

آپ کے ذہن میں یہ سوال ضرور آرہا ہوگا کہ اسلام کے بارہ میں میری ذاتی رائے کیا ہے۔ شاید اب میں اس کا کوئی جواب دینے کی بہتر پوزیشن میں ہوں۔ میرا مقالہ برطانیہ میں مسلمانوں کی نئی نسل کے جس مسئلہ سے متعلق ہے' میں اپنے لیے بھی اسی حوالے سے سوچتی ہوں' یعنی ایمان اور تہذیبی و اجتماعی ماحول۔ میں ایک پریشانی اور اضطراب کا شکار ہوں اور میں جانتی ہوں کہ اسے دُور کرتے کرتے مہینوں نہیں تو ہفتے ضرور لگ جائیں گے۔

میں پاکستان میں کوئی نئی شخصیت نہیں بن گئی۔ صرف یہ ہوا ہے کہ میرے اندر کی وہ باتیں جو فطری طور پر اسلام سے مطابقت رکھتی ہیں' واضح ہو کر ابھر آئی ہیں۔ لباس اس کی ایک مثال ہے۔ شلوار قمیص مجھے پسند ہے۔ میں چاہوں گی کہ یہاں بھی یہ پہنوں' لیکن یہ عملی بات نہیں ہوگی۔ لیکن کچھ اور باتیں ہیں جنھیں میں نہیں چھوڑنا چاہتی۔ دین فطرت اور زندگی کی کل سرگرمیوں کے محور کی حیثیت سے میں اسلام کے حسن کو اب بہتر طور پر سمجھ سکتی ہوں۔ میں

اصولی طور پر اسے تسلیم کرتی ہوں۔ لیکن مجھے یہ دیکھنا ہوگا کہ مغرب میں اس کا مطلب عملاً میرے لیے کیا ہوگا۔ کئی لحاظ سے پاکستان میں اسلام پر عمل کرنا "نسبتاً" آسان ہے۔ مغرب یہ مواقع نہیں دیتا۔ اس کا مطلب یقیناً یہ ہے کہ اپنے مذہب پر عمل کرنے کے لیے زیادہ کوشش کرنا ہوگی۔ لیکن کچھ نقصانات بھی واضح ہیں۔

گزشتہ چند برسوں میں' میں مختلف مذاہب کے قریب گئی ہوں۔ میں نے کہیں بھی یہ محسوس نہیں کیا کہ میں یہاں کی ہوں۔ بدھ مذہب کی بعض تعلیمات مجھے پُرکشش لگتی ہیں۔ شاید یہ ہمیشہ لگیں' لیکن میں بدھ نہیں بن سکتی۔ میں ایک ایسے مقام پر پہنچ گئی ہوں جہاں ایک طویل عرصے سے موجود روحانی خلا پر میں سخت بے اطمینانی محسوس کرتی ہوں۔ میری خواہش ہے کہ میں عیسائیت کو دل و دماغ کے اطمینان کے ساتھ قبول کرسکوں۔ اگر آدمی اپنے آباؤ اجداد کے مذہب کو قبول کرسکے تو یہ بہتر ہے۔ اس طرح وہ مذہب کے اجتماعی لاشعور سے علیحدہ نہیں ہوتا۔ حضرت عیسیٰؑ کی شخصیت یا ان کی تعلیمات میرے لیے مسئلہ نہیں' لیکن ان کی زندگی اور روحانی کارناموں کے بارہ میں جو دعوے کیے گئے ہیں' وہ میرے لیے قابل قبول نہیں ہیں۔ طویل عرصے سے میں حضرت عیسیٰؑ کے عیسائی تصور کے مقابلے میں اسلامی تصوّر کے زیادہ قریب ہوں۔ حضرت عیسیٰؑ کے اس تصوّر کے لیے جسے میرا دل و دماغ قبول کرے' شاید اسلام میری رہنمائی کرسکتا ہے۔ لیکن میں جو فیصلہ کروں' ایسا ہونا چاہیے جس پر میں قائم رہ سکوں۔

ایک مسئلہ

اسلام کے قریب آنے کے حوالے سے ایک بات مجھے بہت پریشان کرتی ہے۔ ایک دوسرے پر تنقید کرنے میں مسلمان دوسرے اہل مذاہب سے پیچھے نہیں ہیں۔ اسلام تو زندگی کے ہر گوشہ کے لیے مکمل ہدایت نامہ ہے۔ کچھ لوگ اس کے کچھ حصوں پر بہتر عمل کرلیتے ہیں۔ لیکن ہم میں سے کچھ زیادہ متقی لوگ چاہتے ہیں کہ ہر شخص ہر بات پر ہر لحاظ سے پورا عمل کرے۔ میں جانتی ہوں کہ میں اس معیار تک نہیں آسکتی۔ کیا میں اس تنقید کا مقابلہ کرسکوں گی جو بعض دائروں میں میری ناکامی کی صورت میں مجھ پر ہوگی؟ مجھے یقین نہیں ہے۔ اس لمحہ میں اسلام کی سرحد پر کھڑی ہوں اور حوصلہ افزائی اور گرم جوشی میرے حصے میں آرہی ہے۔ لیکن مجھے اندیشہ ہے کہ جوں ہی میں سرحد پار کرکے اُمّت میں داخل ہوں گی' صورت حال بدل جائے گی۔

یہاں لمپیٹر (Lampeter) میں زیادہ وقت تنہا گزارتی ہوں۔ میرا تحقیقی کام تنہائی چاہتا

ہے۔ خیال تھا کہ پاکستان میں ملنے جلنے کا وقت ملے گا۔ واقعی' چند شاذ مواقع کے علاوہ' وہاں لوگوں کے درمیان گھرا رہنا مجھے بہت اچھا لگا۔ زندگی میں اس سے پہلے ملنے جلنے کا اتنا لطف میں نے نہیں اٹھایا۔ انسان اجتماعی وجود ہے اور ہم ایک دوسرے کے ضرورت مند ہیں۔ اِلّا یہ کہ ہم ایسے خصوصی لمحات سے گزر رہے ہوں جب تنہائی چاہتے ہوں۔ لیکن مغرب میں تنہائی رضاکارانہ نہیں' اس لیے یہ بہت سوں کے لیے بہت بڑا مسئلہ ہے۔

اختتامی کلمات

اختتام سے پہلے' ان سب کا بہت شکریہ ادا کرنے کو جی چاہتا ہے جنھوں نے میرے اس سفر کو یادگار بنایا۔ میرا پاکستان آنا' میری زندگی کے بہت بڑے واقعات میں سے ایک ہے۔ اور میں ان سب کی کوششوں کی قدر کرتی ہوں جنھوں نے اسے میری زندگی کا اتنا بڑا واقعہ بنانے میں مدد دی۔ میری جس فراخدلی اور فیاضی سے مہمانداری کی گئی' بلا استثنا ہر جگہ' وہ ایسی تھی جیسی زندگی میں پہلے کبھی نہ ہوئی تھی۔ میں مغرب میں خود غرضی اور ذاتی مصروفیات کا جو عالم دیکھتی ہوں' اس کے پس منظر میں یہ زیادہ ہی اچھی لگی۔ میں نے وہاں یہ سیکھا ہے کہ میں اپنے مہمانوں کی آؤ بھگت اپنے گھر میں کس طرح کروں۔

پاکستان جانے سے قبل ہی ایسا محسوس ہوتا کہ جیسے پاکستان میری گھٹی میں پڑا تھا۔ اب وہاں کچھ وقت گزار کر اس ملک سے اور اس کے لوگوں سے میری محبت دوچند ہوگئی ہے۔ وہاں کی زندگی کے شب و روز' انداز و اطوار اور چہل پہل اب تک میری نظروں کے سامنے گھومتے رہتے ہیں۔

سال نو کا بہترین تحفہ
ہمقدم ڈائری ۹۴ء
آفسٹ کاغذ بہترین پرنٹنگ اور
خوبصورت جلد کے ساتھ اور
وال کیلنڈر، پاکٹ کیلنڈر
ادارے سے حاصل کریں
قیمت ۹۵ روپے
ڈاک خرچ 12 روپے
آپ رقم بذریعہ منی آرڈر ارسال کریں اور ڈائری رجسٹرڈ ڈاک حاصل کریں وی پی ہرگز نہیں کی جائے گی۔
آپ کا ادارہ، ادارہ مطبوعات طلبہ اچھرہ لاہور